حافظ محمد ضیاء الدین پیرزادہ
جامع مسجد سی پی بیرار سوسائٹی عالمگیر روڈ کراچی

حضرت شیخ کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بڑے چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

ایک قابلِ تقلید و نمونۂ مثالی شخصیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دین ہر اعتبار سے کامل و مکمل، آخری، ابدی و سرمدی دین ہے جو بہر صورت بمطابق مشیتِ الٰہی باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے ہر دور میں دین کے ہر شعبہ کے لئے مناسب و موزوں افراد و اشخاص کا انتخاب فرمایا ہے۔ جیسے محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، قراء، مجدّ دین، مصلحین، مبلغین واعظین اور مجاہدین۔ غرض یہ کہ جس کام ومقصد کے لئے جو افراد زیادہ اہل و موزوں تھے اللہ پاک نے وہ کام اُن کے ذمہ وحوالہ کیا۔ ایک جماعت کے متعلق بطور پیشنگوئی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ حق پر اور حق کے لئے لڑتی رہے گی، کسی کی مخالفت یا علیحدگی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی، وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت وطعنہ زنی کی پرواہ نہیں کرینگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کی عمر و عمل کی حد و انتہا مقرر کر رکھی ہے۔ ایک اجل مُعیّن ومقرر ہے، جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

آج ہم نے جس عظیم ہستی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے، اُنکی شخصیت، حالات، علمی مقام، علمی خدمات' کرامات وکمالات پر اہلِ علم و متعلقین اظہارِ خیال فرماتے رہیں گے اور وہ قلم وقرطاس کی زینت بن کر منصّہ شہود پر آتا رہے گا۔ اور اِن شاء اللہ تعالیٰ مختلف مدارس و جامعات سے شائع ہونے والے جرائد، مجلّات ورسائل میں اُس عظیم مجاہد، زاہد و درویش کی زندگی پر مضامین، مقالات اور خصوصی شمارے شائع ہو کر منظرِ عام پر آتے رہیں گے۔ اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق مضامین ومقالات سے خود صاحبِ مضمون ومقالہ نگار کی شان تو بلند ہوسکتی ہے تاہم حضرت کا مقام اور اُن کی ہستی ان چیزوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

حضرت شیخ مرحوم سے پہلی شناسائی

ہم نے حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام ۹۰ء کی دہائی میں سن رکھا تھا مگر ملاقات کا موقع نہ ملا۔ تا آنکہ جولائی ۲۰۰۳ء میں اپنی عربی تالیف مخزن العلم والأدب پر تقریظ لکھوانے کی غرض سے پہلی مرتبہ اکوڑہ خٹک حاضری ہوئی۔ اسی پہلی اور یادگار ملاقات نے دلکش نقش ثبت کردیا اور اتنا متأثر کیا کہ حضرت سے والہانہ محبت ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے اُن کا شیدائی ہوگیا۔ عجیب یادگار ملاقات تھی، زبان وبیان سے اس کی صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی، کیفیات کی ترجمانی زبان سے ویسے بھی مشکل اور بڑی حد تک ناممکن ہوتی ہے۔

زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی شخصیت کو دیکھا تھا جو حدیث کی بلند پایہ کتب پڑھا کر گھر جاتے ہوئے اپنی زمین کی کھیتی باڑی میں ایک عام کاشتکار ومحنتی کی مانند مصروف رہتا ہو۔

اور پھر اس فقیر و عاجز کے ساتھ بغیر کسی سابقہ تعارف وشناسائی کے جتنا اکرام کا معاملہ کیا اُس نے احقر کو ہمیشہ کے لئے اُن کا دیوانہ بنادیا اور یقیناً کسی ماہر ترین عامل کا تعویز بھی اتنا مؤثر نہیں ہوسکتا، نہ ہی کوئی مجرب وظیفہ اتنا اثر کرسکتا، جتنا اثر حضرت کی اسقدر سادگی، عاجزی، تواضع وانکساری نے کیا۔ اُن کی حد درجہ خاکساری وانکساری نے اُنہیں محبوب بنادیا۔ وقت کیساتھ ساتھ یہ تعلقات بڑھتے اور مستحکم ہوتے رہے، گویا کہ ہم نے اپنا مطلوب اور گوہر مقصود پالیا تھا۔

پھر مرور زمانہ کے ساتھ یہ احقر حضرت کی توجہات' الطاف وعنایات اور احسانات کے زیرِ بار ہوتا چلا گیا۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے خصوصی شفقتوں سے اتنا قریب کردیا تھا کہ اب صدمۂ فراق کے احساس نے ماؤوف کردیا ہے، وقتاً فوقتاً اُن کا چہرہ مبارک نظروں کے سامنے آتا ہے تو پھر اُن کی یاد ستاتی ہے۔ غرضیکہ حضرت رحمہ اللہ سے احقر کا دوطرفہ تعلق کافی گہرا،اور مضبوط تھا۔

ہماری دعوت پر کراچی آمد

۱۴/ اگست ۲۰۰۳ء کو ہماری دعوت پر عربی تالیف مخزن العلم والأدب کی تقریب رونمائی میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے ہم حضرت کو لینے ایئرپورٹ گئے تو جہاز سے اتر کر بہت جلد باہر تشریف لائے، ایک ہاتھ میں عصا دوسرا خالی، کوئی سوٹ کیس، اٹیچی یا بیگ ندارد، ہم نے یہ سمجھ کر کہ شاید حضرت جلدی میں اپنا سامان بھول آئے پوچھا کہ حضرت آپ کا بیگ وغیرہ کہاں ہے؟ تو حضرت نے اپنی بغل کی طرف اشارہ فرمایا، معلوم ہوا کہ دھوتی میں کپڑے کا ایک جوڑا موجود ہے۔

دوسری شب یعنی ۱۵/ اگست کو تقریب تھی اُس موقعہ پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب پر اپنے خیالات و

تأثرات جس پُرخلوص اور بھرپور انداز میں پیش کئے وہ ریکارڈ پر موجود ہیں ۔ یہ اُنکی انتہائی محبت ،شفقت وکرم نوازی تھی کہ ہمارے تصور وخیال سے بھی کئی گنا بڑھ کر پُر زور مقالہ پیش کردیا۔

پروگرام سے فراغت کے بعد باوجود اصرار کے گھر میں سونے کے بجائے یہ کہہ کر مسجد میں سونے کو ترجیح دی کہ میں طالبِ علم ہوں، مسجد میں ہی قیام کروں گا۔صبح نہانے کیلئے بھی مسجد کے واش روم کو استعمال کیا اور اصرار کے باوجود کپڑے دھونے کیلئے نہ دیئے،فرمانے لگے اپنے گھر پہنچ کر دُھل جائیں گے۔

۲۰۰۶ء میں ہماری سابقہ اہلیہ بیمار ہوئیں ، حضرت نے دورانِ سبق دورہ حدیث و دورہ تفسیر میں بھی خصوصی اہتمام کے ساتھ دُعا کرائی ، غالبًا یہ شعبان کا مہینہ تھا۔

۲۷ رمضان المبارک ۲۸/ستمبر ۲۰۰۸ء کو احقر کی اردو تالیف ’’حق و باطل کی پہچان‘‘ جس پر حضرت نے گرانقدر تقریظ لکھی تھی، اُس کی تقریب رونمائی میں شرکت فرمائی اور زبردست پذیرائی فرمائی۔

بعدازاں ماہِ رمضان میں ختم قرآن کی تقریب میں دعوت پر تشریف لاتے اور تین دن قیام رہتا۔نمازِ فجر کے بعد حضرت کے پُر اثر و پُر مغز بیان سے مصلیانِ مسجد خوب مستفید ہوتے،خوب رونق لگی رہتی ۔ یہ سلسلہ چند سال رہا،تا آنکہ علالت کی وجہ سے سفر ممکن نہ رہا۔

اس اثناء میں حضرت سے صحبت ورفاقت میسّر رہی اور بہت کچھ حاصل ہوا۔

باوجودیکہ حضرت سن رسیدہ، بیمار اورضعیف تھے، انہیں خاص کر دورانِ سفر خادم کی ضرورت تھی مگر صرف اس اس لئے کہ بلانے والے پر بوجھ نہ ہو کبھی اشارۃً بھی اس کا اظہار نہیں کیا ، بلکہ پیشکش کے باوجود منع کردیا۔

راولپنڈی تشریف آوری

نومبر ۲۰۰۸ء میں احقر کا نکاح پڑھانے کیلئے اکوڑہ خٹک سے راولپنڈی تشریف لائے ، اورانتہائی جامع الفاظ وانداز میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کینٹ ایریا میں نکاح پڑھایا اور رخصت ہوئے۔

ہماری پہلی بچی پنڈی میں تولد ہوئی ، اُس موقع پر مبارکباد دینے اہلیہ سمیت پنڈی تشریف لائے اور دعاؤں سے نوازا۔

کراچی جب بھی آنا ہوتا احقر کو موقع بہ موقع زیارت وخدمت کا شرف حاصل ہوتا ، بلکہ یہ احقر کراچی میں گویا حضرت کا میزبان ہوتا۔

ایک مرتبہ احقر کی پنڈی آمد پر حضرت صاحب رحمہ اللہ، اکوڑہ سے تشریف لائے اوراحقر کو ساتھ لیکر مرحوم میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی کے گھر گئے اور اُنکی اولاد سے تعزیت فرمائی ،مرحوم کے لئے بڑی دعا فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت کے ہاں اکوڑہ حاضری ہوئی گرمی کا موسم تھا، رات وہیں قیام کیا صبح سویرے حضرت

دھوتی لیکر آئے اور فرمایا مولانا دھوتی پہن کر اس ٹیوب ویل کے نیچے خوب اچھی طرح نہالیں تازہ اور اچھا پانی ہے۔ گرمی ختم ہوگی اور تازہ دم ہوجائیں گے۔

آخری ملاقات

حضرت سے زندگی کی آخری ملاقات اِس سال ۱۴/اگست ۲۰۱۵ء بروز جمعہ ہوئی، اس روز بھی حضرت نے گاڑی بھیج کر پنڈی سے بلوایا، ظہرانے کا انتہائی پُر تکلف اہتمام فرمایا، حالانکہ خود علیل وصاحبِ فراش تھے۔کھانے سے فراغت پر حضرت نے باصرار وہیں قیلولہ وآرام کروایا۔ رخصت ہوتے ہوئے حضرت نے تحائف دیئے۔ بوقتِ عصر وہاں سے نکلتے ہوئے دل میں احساس وادراک ہوگیا تھا کہ شاید اب زندگی میں دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے۔اظہار نامناسب سمجھا، تاہم خادمِ خاص کو کمرے کی دیوار پر نصب حضرت کی سندات کو اپنے موبائل پر ارسال کرنے کے لئے کہہ دیا، اور انہوں نے اُن کی تصاویر بھیج دیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

بوقتِ عصر حضرت مولانا عبد القیّوم حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں اُن کے جامعہ ابوھریرہ روانہ ہوئے۔رات شاندار طعام وقیام کے بعد صبح کچھ ناشتہ بھی اُن کے پاس ہوا، بعدازاں کچھ دوسرے علماء اپنے ساتھ لے گئے، بعض مقامات پر مختلف ادارے دیکھنے کا موقع ملا اور خوشی ہوئی۔

حضرت رحمہ اللہ کی شفقت وبرکت سے ایک مرتبہ دارالعلوم حقانیہ کے دورہ حدیث کے طلبہ سے خطاب کا موقع ملا، حضرت نے دورانِ سبق اپنا درس موقوف کرکے مجھے حکم دیا کہ طلبہ سے کچھ خطاب کروں، کون کون سے واقعات واحسانات شمار کراؤں۔غرضیکہ حضرت کے ساتھ ۲۰۰۳ء سے تادمِ وفات برابر تعلق رہا، اور اس دوران جلوت وخلوت میں بارہا رفاقت وصحبت رہی۔

حضرت سے آخری بار رابطہ، وفات سے پہلے جمعہ کی شب ہوا، مدرسہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن حاضری ہوئی، مولانا فضل محمد یوسفزئی دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو میں نے فون پر رابطہ کرکے حضرت مولانا فضل محمد صاحب سے بھی بات کروائی۔

دو محسن شخصیات

یوں تو حضرت نے بار بار کئی طرح کے احسانات کیے، خصوصاً حضرت نے احقر کی عربی اور اردو تالیف پر جوگراں قدر جامع اور بے مثال تقریظ لکھی اور تقریب رونمائی میں حوصلہ افزائی وبھرپور پذیرائی فرمائی ہے اگر اس کی مکافات میں حضرت کی شان پر کئی ضخیم کتب بھی لکھی جائیں تب بھی حق ادا نہ ہوسکے گا، کوئی بھی شریف النفس اور اصیل اپنے محسن کے احسان کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ یقیناً اور بھی کئی شخصیات کے احسانات ہونگے مگر میں دو

ہستیوں کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھوں گا، وہ خود بھی یاد رہیں گے، ایک یادگارِ اسلاف فخر المحدثین ہمارے محسن ومشفق مربی اُستاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیۃ اور دوسرے ہمارے محبوب ومربی ومحسن استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ صاحبؒ یہ دونوں بڑے اور عظیم محسن ہیں۔

سفرِ آخرت

آپ کا سفرِ آخرت عوام وخواص سب کیلئے اور بالأخص علما و دینی خدمات سے وابستہ ذمہ دار حضرات کیلئے دعوتِ غور وفکر، باعثِ جستجو اور لمحہ فکریہ ہے کہ کسی قسم کی تشہیری مہم تو درکنار ذرائع ابلاغ سے خبر بھی نہ ہونے کے برابر، کوئی اہم پُرکشش منفعت بخش عہدہ ومنصب نہیں، نہ ہی کسی فرد یا ادارے کی طرف سے وسائل کی فراہمی، نہ خصوصی ٹرین، نہ ہی چھٹی کا دن' پھر بھی اتنا بڑا جنازہ جو کئی میل تک پھیلا ہوا ملکی تاریخ کا تاریخی جنازہ، اتنا بڑا مجمع اور جمِ غفیر اس سے قبل نہ دیکھا گیا، پھر شرکاء کی غالب اکثریت علماء، طلباء، صلحاء، محدّثین، مفسرین، مبلغین، قراء، حفاظ، معلمین، مجاہدین اور دین کا درد رکھنے والے حضرات۔ ایسے لاکھوں افراد کہاں سے اور کیسے جمع ہو گئے،

آخر وہ کونسی وجوہات تھیں جو اتنی مخلوق کو کھینچ لائیں۔ وہ خصوصیات، خوبیاں اور صفات جنہوں نے لاکھوں کو انکا گرویدہ بنادیا، شیدائی وفدائی بنادیا وہ حضرت کی للّٰہیت، اخلاص، تواضع وانکساری، خاکساری، غریب پروری، سخاوت وفیاضی، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، ضعفاء، فقراء، مساکین، مستضعفین اور مفلوک الحال لوگوں کی اعانت ہمدردی وحمایت، اور مشکل سے مشکل ترین حالات میں حق پر استقامت، احیاء واقامت وغلبۂ دین کیلئے عزیمت کے باعزت راستہ کو اختیار کرنا، کسی قسم کی ترغیب وترہیب کی پرواہ کئے بغیر بلا خوفِ لومۃ لائم اپنے صحیح ودرست موقف کا برملا اظہار، انتہا درجہ کی سادگی، زہد وقناعت، عمومی وعوامی طرزِ زندگی، ہر شخص بلا کسی تردد ورکاوٹ کے جب اور جہاں چاہتا ملاقات کرتا، اپنا کام کراتا، بلکہ بسا اوقات گھر سے مدرسہ اور مدرسہ سے گھر آمد ورفت کے دوران لوگ اپنے کاموں کیلئے راہ چلتے اپنے ساتھ لے جاتے، سیکڑوں کے جھگڑے ختم کرائے، سیکڑوں افراد وخاندانوں، تنظیموں تحریکوں کے اختلافات ختم کرائے' صلح ومصالحت کرائی، یہ ایسی خوبیاں اور اوصاف تھے جنکی وجہ سے وہ محبوبِ خلائق بن گئے۔ حمایت واعانتِ حق انکی زندگی کا اہم وعظیم ترمشن تھا جو انہوں نے بہر صورت بخوبی نبھایا۔

اصل اور سب سے مشکل کام حق پر استقامت ہے اور وہ بھی نامُساعد اور مشکل تر حالات میں تو اور بھی مشکل ہے اور استقامت ہی اصل اور بڑی کرامت ہے بلکہ برتر از ہزار کرامت ہے۔ ارشادِ ربّانی فاستقم كما أمرت اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شَيَّبتني هُودٌ وأخواتها اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قل اٰمنتُ بالله ثم استقم اس کی اہمیت کو بخوبی واضح کر رہے ہیں۔

محبِّ وطن خیر خواہ ملت

وہ ملک وملت کے حقیقی خیر خواہ تھے، ملک کی ترقی وخوشحالی کے متمنی تھے۔ وہ مملکت خداداد کے سچے خیر خواہ تھے، وہ ہر طرح کے ظلم و جبر، استعماری واستحصالی نظام کیخلاف تھے، اور سخت نالاں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس ملک کی بقاء، ترقی واستحکام وخوشحالی اُسکے مقصدِ قیام (نظریہ پاکستان) پر عمل میں مضمر ہے۔ اسکے بغیر ان اعلیٰ مقاصد کا حصول ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

وہ دنیا بھر میں اسلام ومسلمانوں کی محکومیت، مغلوبیت، مظلومیت ومقہوریت پر ہمیشہ نالاں، حزین وغمگین رہتے، مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سُن کر دل تڑپ جاتا، بے چین وبے قرار ہو جاتے۔ ایسے حالات کو سُن کر برداشت کرنا اُن کیلئے کسی طرح سوہانِ روح سے کم نہ تھا، اسی وجہ سے وہ خبریں سننے اور اخبار پڑھنے سے کوسوں دور و نفور رہتے، اُن کے دردِ دل کو صرف اہلِ دل ہی سمجھ سکتے تھے۔

وہ مسلمانوں کی موجودہ دردناک حالت، اور انکی ذلت وپستی پر ہمیشہ کُڑھتے تھے۔ اسی لئے وہ ملک میں نفاذِ اسلام اور غلبہ واستحکام مسلمین کیلئے ہر ممکن و ہر طرح کوشاں رہے۔ دین اسلام کا غلبہ اُن کی دلی تمنا وتڑپ تھی۔ اور جہاد سے اُن کی لازوال محبت بھی یقیناً اسی مقصدِ عالی کے حصول کے لئے تھی، وہ جانتے تھے کہ اس مقصدِ عظیم کا حصول بغیر جہاد کے ناممکن ہے۔

جہاد افغانستان کے داعی وشیدائی

۲۰۰۱ء میں افغانستان پر کفار ومشرکین اور ملحدین ومنافقین کی یلغار کے نتیجہ میں وہاں سے امارتِ اسلامیہ کے سقوط کے بعد جہاد کے بڑے بڑے دُعاۃ ونام لیواؤں نے خاموشی میں عافیت سمجھی، بعض نے روپوشی اختیار کی، بعض نے دوسری لائن اختیار کرلی، اور بعض نے تو حُلیہ اور نعرہ بھی تبدیل کرلیا، اور اپنے کو معتدل وروشن خیال باور کرانا شروع کیا۔ ایسے حالات میں بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے موقف پر جمے اور ڈٹے رہے، اور اسی کی اشاعت اور پذیرائی میں لگے رہے۔ مداہنت اور مصلحت پسندی کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر کامل توکل رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں تمام اَعداء کے شر سے ہر طرح محفوظ رکھا، تمام تر کوشش وخواہش کے باوجود حکمران بھی اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور شیخ اُسامہ بن لادن رحمہما اللہ تعالیٰ کے قریبی ومعتمد ترین احباب میں سے تھے، اور وہ دونوں حضرات مرحوم ڈاکٹر صاحب کو عزت واحترام اور بنگاہِ توقیر دیکھتے تھے، وہ بڑے غیور تھے، اور غیرتمند اللہ کا محبوب ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد نبویؐ ہے إن الله يحبُّ من عباده الغيور

وہ اہل حق کی ہر جماعت وتنظیم سے مخلصانہ، وناصحانہ تعلق ومحبت رکھتے، انکی تائید وتصویب وحوصلہ افزائی وقدر افزائی فرماتے۔ اسی طرح وہ باطل کی ہر شکل ونمونہ سے نفور وکوسوں دور تھے۔ گویا یہ انکی سرشت وطبیعت تھی اور یہی اوصاف انکا طرہ امتیاز تھے۔ ''وہ امتِ مسلمہ کے مابین اتحاد واتفاق کے داعی وساعی تھے''

انتشار وخلفشار پر دل گرفتہ ہوتے

وہ ماہِ رمضان اور عیدین کے چاند سے متعلق صوبائی ومرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اختلاف سے پیدا شدہ انتشار وخلفشار پر بہت نالاں اور دل گرفتہ ہوتے، اُنکی تمنا وخواہش تھی کہ ملک بھر کے تمام مسلمان ایک ہی تاریخ و دن کے اعتبار سے اپنے دینی و مذہبی شعائر بجالائیں، وہ چاہتے تھے کہ زمانہ حال کے اکتشافات وآلاتِ جدیدہ اور دیگر ذرائع و وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے علمائے کرام اس کا متفقہ حل نکالیں۔ اور یقیناً جدید ترقی یافتہ آلات و وسائل سے اس سلسلہ میں کافی راہنمائی اور مدد مل سکتی ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جانے سے قبل ہی اپنی زمین میں سے مسجد و مدرسہ تعمیر کرکے جنت میں پیشگی اپنے گھر اور صدقۂ جاریہ کا مستقل بندوبست وذریعہ بھی بنالیا تھا۔

اُن کا جنازہ اتنا بڑا نہ ہوتا، اُنکی قبر سے خوشبو نہ بھی آتی تب بھی ہمیں اُن کی ولایت پر یقین اور اُن سے بھرپور محبت تھی ان باتوں سے اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

تمام تعریفیں اُس پروردگار کیلئے ہیں جس نے حضرت سے متعلق ہمارے حُسنِ ظن کو ہمارے گمان وتصور سے زیادہ سچا اور صحیح ثابت کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس کے بالاخانوں میں درجاتِ عالیہ اور اپنے محبوبین اور مقربین کا قرب و جوار نصیب فرمائے۔ اُن کے احسانات عظیمہ کا بدلہ وہی دے گا جس کی رضاجوئی کے لئے وہ سب کچھ کرتے رہے۔

رَبِّ هب لی مذلّة وانكساراً　　وأنلنی تواضعاً وافتقاراً
وأذقنی حلاوةً وَّ اصطباراً　　واجعل لی بالمدينة قراراً
أحبُّ الصالحين ولستُ منهم　　لعلَّ الله يرزقنی صلاحاً

الٰہی وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
جنہیں دیکھنے کو آج آنکھیں ترستی ہیں